محمد عرفان الحق ایڈووکیٹ

امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف

معروف سبائی وتبرّائی ڈاکٹر رضوان ندوی کی ہفوات کا جواب

روزنامہ امت، کراچی کے 7 اور 8 جولائی، 2013ء کے ادارتی صفحہ پر کسی ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی نے اپنے مضمون ''حضرت معاویہؓ اور قدیم مؤرخین ومحدثین'' میں انتہائی غیر مستند ومن گھڑت روایات کی کھوکھلی بیساکھیوں کا سہارا لیتے اور اپنی ذہنی وقلبی اور نظریاتی وفکری کثافتوں کو طشت ازبام کرتے ہوئے سادہ لوح مسلمان عوام کو حقائق سے مزید بے خبر رکھنے کی مذموم کوشش میں امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایسے ہی اعتراضات کیے ہیں جیسا کہ کوئی ''سبائی/مجلسی ذاکر'' اپنے بغض صحابہ سے لبریز ذہن ونظریہ کا اظہار کرتا ہے۔ یہ مضمون، صاحب مضمون نے اسی اخبار میں 3-2 جون، 2013ء کو شائع ہونے والے ''سیدنا امیر معاویہؓ'' نامی مضمون کے جواب میں بحالت طیش لکھا ہے اسی لیے اپنے مضمون کی شروعات ہی ڈاکٹر موصوف نے ''سیدنا امیر معاویہؓ'' نامی مضمون کے مصنف کی ذات پر اعتراضات کے ساتھ کی ہیں۔ جب کہ ادارہ امت نے بھی ڈاکٹر موصوف کے اس مضمون کے ساتھ اپنا نوٹ بھی شائع کر دیا جس میں ڈاکٹر موصوف کو عربی زبان اور دیگر علوم میں اتھارٹی کا درجہ دیا، تاریخ کا استاد ظاہر کیا اور یہ تاثر دیا کہ پاکستان میں شاید ہی ڈاکٹر موصوف سے زیادہ مستند کوئی عالم ہو۔ ادارہ امت نے رضوان ندوی کے مضمون کے ساتھ دیے گئے اپنے نوٹ میں یہ بھی لکھا کہ یہ کوئی عقائد وفقہ کا مسئلہ نہیں۔ تیرہویں چودھویں صدی کے ایک نام نہاد عالم کے افکار ونظریات پر بحث کرنا عقائد وفقہ کا مسئلہ ہرگز نہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور معیارِ ایمان حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک کی ذات پر بھی اپنی ذہنی وقلبی اور نظریاتی وفکری پراگندگی کا اظہار کرنا عقائد کا مسئلہ ہے۔

شرعی احکام واصول اور قواعد وضوابط کے بنیادی طور پر دو بڑے ماخذ قرآن وسنت ہیں۔ جب کہ تاریخ کی کوئی بھی روایت نہ تو قرآن وسنت کی تصریحات وتشریحات کا مقابلہ کرسکتی ہے اور نہ ہی قرآن وسنت کے مسلمات کے خلاف بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔ تاریخی روایت بلکہ حدیث کی روایت بھی اگر قرآن وسنت کے خلاف ہو تو وہ بھی قابل قبول نہیں، چاہے کسی نے بھی روایت کی ہو۔ ڈاکٹر موصوف کے مبلغ علم کا اندازہ ان کے مضمون کے عنوان ''حضرت معاویہؓ اور قدیم مؤرخین ومحدثین'' سے ہی لگایا جاسکتا ہے۔ جس میں وہ حدیث پر تاریخ کو ترجیح دیتے ہوئے پہلے ''مؤرخین'' اور پھر ''محدثین'' کا لفظ تحریر کرتے ہیں۔ خیر ہم ڈاکٹر موصوف کی طرح ذاتیات پر جرح نہیں کریں گے بلکہ امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات والا

صفات پر تاریخ کی تاریک وسیاہ اور غلاظت وکثافت سے لبریز ٹوکریوں سے گند اٹھا اٹھا کر جو اعتراضات انہوں نے کیے ہیں صرف انہی پر بحث کریں گے تا کہ اظہارِ حقیقت اور احقاقِ حق کے ساتھ ساتھ ابطالِ باطل بھی ہو سکے۔

لہٰذا پہلے عظمت صحابہ پر مختصراً عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر خیر فرمایا ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان فرق مراتب کو بھی بیان کیا مگر ساتھ ہی فرما دیا **و کلا وعد الله الحسنیٰ** (سورۂ حدید 10) یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں درجہ کے لحاظ سے عظمت وشان کے مراتب میں فرق تو ہے مگر اس فرق مراتب کے باوجود اللہ نے سب سے حسنیٰ (جنت) کا وعدہ کیا ہے۔ پھر سورۂ انبیاء کی آیت 101 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک عنھا مبعدون** یعنی بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے حسنیٰ (جنت) آ چکی ہے وہ اس (جہنم) سے دور رکھے جائیں گے۔ غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے جنت کا وعدہ فرما چکے ہیں اور اعلان بھی فرما دیا کہ یہ جہنم کے قریب بھی نہ لے جائے جائیں گے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے **رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ** (سورۂ بیّنہ) کا ابدی وامتیازی اور لازوال سرٹیفکیٹ بھی جاری فرما دیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ اپنی رضا کا اعلان فرما رہے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی اعلان فرمایا کہ صحابہ بھی اپنے رب سے راضی ہیں۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت 137 میں **فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا و ان تولوا فانما ھم فی شقاق** (اگر وہ ایمان اس طرح لائیں جس طرح تم (صحابہؓ) لائے ہو تو بے شک وہ ہدایت یافتہ ہوئے اور اگر وہ منہ موڑیں تو وہ اختلاف میں پڑے ہوئے ہیں) فرما کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معیارِ ایمان بھی قرار دے دیا۔

امت مسلمہ کا متفقہ واجماعی مسئلہ ہے کہ تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین عادل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین وماہرین فن رجال کے ہاں یہ مسلّمہ ضابطہ وقاعدہ ہے کہ کسی بھی روایت حدیث راویوں کے حالات زندگی وعادات واطوار پر تو بحث وتمحیص اور جرح وتنقید تو کی جائے گی مگر جب راوی شرف صحابیت سے سرفراز ہوا تو پھر یہ ضابطہ قابل اتباع نہ رہے گا۔ یعنی معیت وتربیت اور نسبت وقربت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرنا ہر مسلمان کے لیے ازحد ضروری بلکہ ایمان و اسلام کی سلامتی کے لیے لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی تھے اور اسی زمانہ میں ابوجہل، عتبہ، عتیبہ، شیبہ وغیرہ دشمنان اسلام بھی تھے، مگر آج ہر مسلمان اسماء صحابہ پر ”رضی اللہ عنہ“ کے قرآنی الفاظ ضرور بولتا ہے جب کہ ابوجہل وغیرہ کے لیے ایسے کوئی الفاظ استعمال نہیں کیے جاتے۔ وجہ یہی ہے کہ اول الذکر طبقہ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنا سب کچھ دعوت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر

نچھاور فرما دیا اور آقا ﷺ کی ہر پکار پر لبیک کہا جبکہ مؤخر الذکر طبقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ مخاصمت و مخالفت کا معاندانہ انداز اختیار فرمایا۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت وعظمت اور احترام وتکریم محض شان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہے اور اسی طرح ابوجہل وغیرہ سے نفرت کی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل وغیرہ کا ایذا وضرر پہنچانا اور آپ ﷺ سے دشمنی روا رکھنا ہے۔ اسی لیے ترمذی جلد 2، ص255 اور مشکوٰۃ ص554 پر موجود حدیث مبارکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام ومرتبہ بیان کرتے ہوئے نطق رسالت سے یہ الفاظ ارشاد فرماتے ہیں **فمن احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فببغضی ابغضھم** کہ جس نے صحابہ سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان (صحابہ) سے محبت کی اور جس نے صحابہ سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے صحابہ سے بغض رکھا۔ غور فرمایئے کہ نبی علیہ السلام کے ان مبارک الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرنے کی اصل وجہ نبی علیہ السلام سے محبت کرنا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے کی اصل وجہ نبی علیہ السلام سے بغض رکھنا ہے۔

امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ بھی قرآنی صفات سے متصف اور جنت کی بشارتوں کی حامل جماعت ''صحابہ کرام'' کے ایک فرد ہیں۔ نطق رسالت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے جو فضائل ومناقب ومحامد بیان ہوئے، ان سب کا مصداق دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ساتھ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے 6 ہجری میں اسلام قبول فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کاتبان وحی کی مبارک جماعت میں بھی ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ کاتبان وحی کی عظمت ورفعت اور مدح ومنقبت کے لیے قرآن کی سورۂ عبس کی یہی آیات کافی ہیں **فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ** یعنی ''لکھا ہے عزت کے ورقوں میں، اونچے رکھے ہوئے (رفعت وعظمت والے)، نہایت ستھرے، ہاتھوں میں لکھنے والوں کے جو بڑے درجہ کے نیک کار ہیں''۔ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی زوجہ محترمہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی یعنی نبی علیہ السلام کے برادر نسبتی ہیں۔ امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سفر وحضر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک دفعہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے تو نبی علیہ السلام کے وضو کے پانی کا برتن جسے ''اداوۃ'' کہتے ہیں، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہی تھا اور اسی سے وہ نبی علیہ السلام کو وضو کروا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے دوران وضو ایک دو دفعہ سر مبارک اٹھا کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور کی طرف دیکھا اور فرمایا اے معاویہ! اگر آپ کو امارت وخلافت ملے تو تقویٰ اختیار کرنا اور انصاف کرنا۔ امام النوویؒ تہذیب الاسماء والغات میں رقم طراز ہیں کہ سیدنا معاویہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی 163 احادیث مروی ہیں۔ تحدیث نعمت کے طور پر عرض ہے کہ راقم نے ''مقام امیر معاویہؓ ومرویات امیر معاویہؓ'' کے عنوان سے تالیف کردہ اپنی ایک کتاب میں سیدنا معاویہؓ کی رسول اللہ ﷺ سے براہ راست روایت کردہ

تمام (163) احادیث یکجا کی ہیں۔ جب کہ اس سے قبل کسی کتاب میں تمام مرویات معاویہؓ یکجا نہیں ہیں۔

اب آیئے ان اعتراضات کے جوابات کی طرف جو کہ مضمون نگار نے امیر المؤمنین سیدنا معاویہؓ پر کیے۔

اعتراضات 1,2,3:

امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ طلقاء و مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔

مضمون نگار ڈاکٹر نے زیر بحث مضمون میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا، آپؓ طلقاء و مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ اور ساتھ وضاحت کر دی کہ طلقاء وہ آزاد کردہ اہل مکہ تھے جنہیں عرب جنگی قوانین کے مطابق قیدی اور غلام بنایا جا سکتا تھا اور وہ سب اس پر خوفزدہ تھے کہ نبی علیہ السلام نے انہیں **اذھبوا فانتم الطلقاء** کی نوید سنا کر آزاد کر دیا کہ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ اور مؤلفۃ القلوب وہ نومسلم تھے جن کو اسلام پر قائم رکھنے کے لیے ان کی مالی مدد کی جاتی تھی۔ یعنی مضمون نگار ڈاکٹر کا خیال ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام پختہ نہ تھا اور ان کا قائم بہ اسلام رہنا مشکوک تھا اس لیے ان کی تالیف قلب کے لیے مالی امداد کی جاتی تھی۔ ان تینوں اعتراضات کے جواب میں سب سے پہلے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے وقت کا تعین کرتے ہیں جس کے ساتھ ہی معلوم ہو جائے گا کہ اگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام نہیں لائے تو لامحالہ نہ وہ طلقاء میں سے ہیں اور نہ ہی مؤلفۃ القلوب میں سے۔ بخاری شریف کتاب الحج کے **باب الحلق و التقصیر عند الاحلال** میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مشقص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تراشے تھے۔ اگر اس کے ساتھ مسند احمد کی وہ روایت بھی ملا لیں جس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مروہ کے پاس نبی کریم ﷺ کے سر مبارک کے بال چھوٹے کیے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی عمرہ کا واقعہ ہے کیوں کہ یہ متفقہ بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک حج اور وہ بھی فتح مکہ کے بعد ادا کیا تھا اور اس میں بال چھوٹے (قصر) نہیں کروائے بلکہ حلق کروایا یعنی سر منڈوایا۔ اس لیے کہ حج میں منیٰ کے مقام پر حلق کروایا جاتا ہے نہ کہ مروہ کے مقام پر اور یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ نبی علیہ السلام نے حج کے موقع پر حلق کروایا تھا اور یہ جو بال کٹوائے تھے یہ کسی عمرہ کا واقعہ ہے۔ اور ہجرت مدینہ کے بعد نبی علیہ السلام 6 ہجری کو عمرہ کے ارادہ سے مکہ کے لیے عازم عمرہ ہوئے مگر عمرہ ادا نہ کرنے دیا گیا اور پھر 7 ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق عمرہ ادا کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دوسرا عمرہ غزوۂ حنین سے واپسی پر راتوں رات چند صحابہ کرامؓ کی معیت میں ادا فرمایا تھا اور اس عمرہ میں سیدنا معاویہؓ کی عدم شرکت یقینی ہے۔ اب

صرف 7 ہجری کا ہی عمرہ رہ جاتا ہے جس میں سیدنا معاویہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تراشے۔ یعنی ثابت ہوا کہ سیدنا معاویہؓ فتح مکہ سے قبل دولت اسلام سے بہرہ ور ہو چکے تھے اسی لیے فتح مکہ سے پہلے نبی کریم علیہ السلام کے بال مبارک کاٹے۔ ازالۃ الخفاء ج 1، ص 472 پر ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما قریشی اموی صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے۔ یعنی پتہ چلا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ 7 ہجری عمرۃ القضاء سے قبل حدیبیہ کے سال یعنی 6 ہجری میں ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ پر اپنے قبول اسلام کا اظہار فرمایا تھا۔ اسی سے ان خیالات فاسدہ کی تردید ہوگئی کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ طلقاء و مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ موصوف ڈاکٹر مضمون نگار لکھتے ہیں کہ ”سیرت نبوی کی تمام مفصل کتابوں میں مذکور ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ، ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور والدؓ طلقاء اور مؤلفۃ القلوب میں سے تھے، غزوۂ حنین کے مال غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کو سو سو اونٹ اور چالیس چالیس چھٹانک چاندی (درہم) دی تھی، دیگر مؤلفۃ القلوب سرداروں کی طرح تا کہ وہ اسلام پر قائم رہیں“ دراصل ڈاکٹر صاحب تاریخ کے رسیا ہیں اور انہوں نے تاریخ پر ریسرچ میں ایک عمر گزار دی ہے مگر انہیں تا حال اتنا بھی ادراک نہ ہو سکا ہے کہ تاریخی روایت کی بنیاد پر قرآن و حدیث کی تردید نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی تاریخ کی کوئی شرعی و فقہی حیثیت ہے اور نہ ہی کسی عقیدہ و نظریہ کی بنیاد تاریخ پر رکھی جا سکتی ہے۔ مگر جانے کیوں ڈاکٹر صاحب بنو امیہ بالخصوص سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد و بھائی کے پیچھے ہاتھ دھو کر تاریخ اٹھا کر پڑ گئے ہیں۔ سیرت نبوی کی تمام مفصل کتب بھی تاریخ کی ہی کتابیں ہیں۔ اس لیے ہم تاریخ کے مقابلہ پر حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے جب مسلم شریف میں غزوۂ حنین کے غنائم کی تقسیم کا تذکرہ پڑھتے ہیں تو صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو تو سو اونٹ دیے گئے مگر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسا کوئی اشارہ کنایہ بھی نہیں پایا جاتا کہ جس کی بنیاد پر ڈاکٹر صاحب کی تاریخی بات کی تصدیق ہوتی ہو۔ اور نہ صرف مسلم شریف میں بلکہ کسی اور حدیث میں غنائم حنین میں سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو حصہ دینے کی کوئی روایت نہیں پائی جاتی۔ ڈاکٹر صاحب کی بیان کی گئی اس تاریخی تراشیدہ کہانی کی تکذیب مسلم شریف سمیت کئی اور کتب حدیث میں مذکور اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہما نبی علیہ السلام سے عرض کرتی ہیں کہ مجھے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اور ابو جہم رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ جواباً نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ابو جہمؓ تو اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں ہٹاتے یعنی سخت ہیں اور معاویہؓ مفلس ہیں، تم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لو (صحیح مسلم کتاب الطلاق باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لہا)۔ غور فرمایئے کہ اگر غنائم حنین میں سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو مال دیا گیا تھا تو فاطمہؓ کے نکاح کے مشورہ میں جواباً نبی علیہ السلام نے سیدنا معاویہؓ کی مفلسی کا تذکرہ کیوں فرمایا؟ وہ حنین کا مال کہاں گیا تھا؟ جب سیدنا معاویہؓ

نے اگر فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا ہوتا تو وہ چونکہ ایک رئیس کے صاحبزادے تھے تو وہ اپنا مال و متاع لے کر مدینہ آباد ہو سکتے تھے۔ ایسی صورت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو واقعی امیر ہونا چاہیے تھا۔ مگر یہاں صورت حال برعکس ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل مشرف بہ اسلام ہو کر اپنا سب کچھ مکہ میں ہی چھوڑ کر مدینہ تشریف لے آئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مفلس تھے کیوں کہ غنائم حنین میں سے مہاجرین و انصار کو کوئی مال نہیں دیا گیا تھا۔ یعنی ثابت ہوا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ایک تو فتح مکہ سے قبل کے مسلمان تھے دوسرے یہ کہ مؤلفۃ القلوب میں بھی آپؓ شامل نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی ابوبکر ابن العربیؒ نے احکام القرآن کی پہلی جلد میں مؤلفۃ القلوب کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ **امامعاویۃ فبعید ان یکون منھم فکیف یکون منھم؟** یعنی کہ یہ بات بعید ہے کہ سیدنا معاویہؓ مؤلفۃ القلوب میں سے ہوں۔ ایک شخص 6 ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوا اس نے نبی علیہ السلام کے بال مبارک بھی تراشے اور پھر فتح مکہ 8 ہجری کے بعد اس مخلص و معتمد صحابیؓ کو اسلام پر قائم رکھنے کے لیے تالیف قلب کی کیا ضرورت آن پڑی؟؟

اعتراض 4: حضرت معاویہؓ کاتب وحی نہیں تھے

ماننے والے کے لیے ایک حوالہ ہی کافی ہے جبکہ معاندانہ اور ہٹ دھرمی پر مبنی متعصّبانہ و متشددانہ مؤقف کے حاملین کے لیے پورے کے پورے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ اس لیے ہم یہاں صرف وہ چند حوالہ جات نقل کریں گے جن سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا واضح اور اظہر من الشّمس ہوتا ہے۔

1۔ ازالۃ الخفاء ج 1، ص 573

2۔ چند مکاتیب از عبدالقدوس ہاشمی، ص 67

3۔ علوم القرآن از جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی، ص 176

4۔ علوم القرآن از جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی، ص 179

5۔ تاریخ التشریع الاسلامی از علامہ محمد خضری، ص 10

6۔ البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 117,119,120

7۔ تطہیر الجنان از ابن حجر مکی، ص 10

8۔ الناہیہ عن طعن امیر المؤمنین معاویہؓ از عبدالعزیز فرہاروی، ص 16

9۔ مدارج النبوۃ از شاہ عبدالحق دہلوی، ج 2، ص 930

10۔ شان صحابہ از سید محمود احمد رضوی بحوالہ احمد رضا خان بریلوی، ص 22

یہ دس حوالہ جات اہل سنت علماء و محققین حضرات کے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے۔اسی بات کی تائید میں ایک حوالہ اہل تشیع کا بھی ملاحظہ فرمائیں کہ شیعہ کے قدیم ثقہ مؤرخ یعقوبی اپنی کتاب تاریخ یعقوبی کی دوسری جلد کے صفحہ 80 پر لکھتے ہیں کہ **وکان کتابہ الذین یکتبون الوحی والکتب والعھود علی بن ابی طالب و عثمان بن عفان و خالد بن سعید بن العاص بن امیہ و معاویہ بن ابی سفیان و شرحبیل بن حسنہ، الخ** یعنی نبی ﷺ کے لیے وحی و مراسلت وعہود و مواثیق وغیرہ تحریر کرنے والے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت خالد بن سعید بن عاص بن امیہ، حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے۔مضمون نگار یہ بھی لکھتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ اعلان نبوت کے 20,21 سال بعد ایمان لائے اس عرصہ میں کافی سارا قرآن لکھا جا چکا تھا۔کیا مضمون نگار کوئی ثبوت دے سکتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ کے ایمان لانے کے بعد وحی منقطع رہی اور سیدنا معاویہؓ نے کوئی وحی نہ لکھی؟؟

اعتراض 5: نبی علیہ السلام سے معاویہؓ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے

مضمون نگار نے اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں اسحاق بن راہویہ کا قول نقل کیا ہے۔جب حقیقت یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں نبی علیہ السلام سے کئی احادیث مروی ہیں جو کہ منکر، موضوع، ضعیف وغیرہ نہیں ہیں۔سب سے بڑی اور ناقابل تردید حقیقت تو یہی ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں اسی پر ساری بات ختم ہو جاتی ہے۔مگر مضمون نگار کے دعویٰ سے کئی سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کے متعلق منفی پروپیگنڈہ کا اثر جڑ پکڑ سکتا ہے اس لیے ہم چند احادیث بیان کر کے ان کا درجہ بھی نقل کر دیتے ہیں۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

اللھم علمہ الکتاب و الحساب وقہ العذاب (البدایہ والنہایہ، ج8، ص121) یعنی اے اللہ! معاویہ کو کتاب یعنی قرآن اور حساب (یعنی محتسب/حکمران بنا) کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا۔اس حدیث مبارکہ کی اسناد حسن ہیں۔تاریخ الاسلام ج 2، ص309 پر امام ذہبیؒ نے اس روایت کے متعلق تحریر کیا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب (مسند احمد، ج4، ص157) یعنی اس حدیث کا اور مندرجہ بالا حدیث کا مفہوم ایک ہی ہے۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی عمیرۃ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سیدنا معاویہؓ

کے لیے فرمایا:

اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا و اھدبہ (ترمذی ص 574) یعنی اے اللہ! معاویہؓ کو ہادی بنا، ہدایت یافتہ بنا اور دوسرے لوگوں کے لیے ذریعہ ہدایت بنا۔

سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے معاویہؓ کے بارے فرمایا

اللھم اھدہ (البدایہ والنہایہ، ج 8، ص 122) یعنی اے اللہ! معاویہؓ کو ہدایت عطا فرما۔

ان چاروں احادیث کو نقل کرنے کے بعد ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ کی آٹھویں جلد کے صفحہ 132 پر رقم طراز ہیں کہ ہم نے صحیح، حسن اور جید احادیث ہی کے ذکر پر اکتفا کیا ہے اور موضوع اور منکر روایات سے احتراز کیا ہے۔ ہم نے یہ چند احادیث بطور نمونہ ذکر کی ہیں جب کہ درحقیقت ان کے علاوہ بھی کئی صحیح، حسن، جید درجہ کی احادیث سیدنا معاویہؓ کے حق میں موجود ہیں۔ جن میں سب سے بڑی روایت وہ ہے جو بخاری سمیت دیگر کئی کتب احادیث میں موجود ہے جس میں نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا اس پر جنت واجب ہے۔ اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تاریخ اسلام میں پہلا بحری بیڑہ سیدنا معاویہؓ نے تیار فرمایا اور پہلا بحری جہاد انہی کے زیر نگرانی و زیر امارت کیا گیا۔

اعتراض 6: نبی علیہ السلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بددعا دی کہ اللہ کبھی اس کو شکم سیری نہ دے

ڈاکٹر موصوف نے اپنے مضمون میں ایک جگہ مسند احمد کے حوالہ دے کر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مشہور روایت کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ ایک دفعہ نبی علیہ السلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلایا مگر وہ کھانا کھانے کی وجہ سے نہ آئے تو نبی علیہ السلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بددعا دی **لا اشبع اللہ بطنہ** کہ یعنی اللہ کبھی اس کو شکم سیری نہ دے۔ ہم نے مسند احمد میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ ساڑھے تین ہزار سے زائد احادیث دیکھ لیں مگر ہمیں کسی روایت میں ڈاکٹر موصوف کی نبی علیہ السلام سے منسوب کردہ بددعا نہیں ملی۔ ڈاکٹر صاحب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ نبی علیہ السلام پر بھی بددعا کا الزام عائد کر دیا۔ ملا علی قاریؒ الموضوعات الکبیر میں حدیث نمبر 1307 کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ، عمرو بن عاصؓ، بنوامیہ، یزید، مروان بن حکم رضی اللہ عنہما کی برائی میں بنائی گئی تمام احادیث موضوع یعنی جھوٹی ہیں۔

اعتراض 7: حضرت معاویہؓ خلیفہ نہیں ہیں کیوں کہ خلافت 30 سال ہے

مضمون نگار نے لکھا کہ حضرت سفینہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ میرے بعد خلافت 30 سال رہے گی۔۔۔ الخ اس پر اعتماد کرتے ہوئے صاحب مضمون نے سیدنا معاویہؓ کے دور خلافت کو خلافت سے خارج کرنے

پر اپنا زورِ قلم صرف کیا۔ جب کہ محدثین کا عام فہم اصول ہے کہ اگر راوی کا اپنی بیان کردہ روایت پر عمل نہ ہو تو وہ روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ اور ویسے بھی حدیث سفینہ خبر واحد ہے یعنی ہر زمانہ میں اس کے راوی صرف ایک/ دو ہی رہے ہیں۔ اگر یہ واقعی حقیقت ہوتی تو نبی ﷺ اتنی اہم بات جس پر عقیدہ کی بنیاد رکھ دی گئی ہے، صرف ایک صحابی سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کے سامنے نہ کرتے بلکہ کئی اصحابؓ کے سامنے اس کا ذکر فرماتے اور اس حدیث کے راوی کثیر ہوتے مگر صورت حال اس کے برعکس ہے لہٰذا اس روایت پر یقین رکھتے ہوئے خلافت کو 30 سال میں مقید کرنا مناسب نہیں اور مضمون نگار کی معلومات میں اضافہ کے لیے عرض ہے کہ سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل یہ تھا کہ انہوں نے نہ صرف سیدنا معاویہؓ کی خلافت پر بیعت کی بلکہ یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ پر بھی بیعت کی۔

اعتراض 8: بخاری شریف میں سیدنا معاویہؓ کے متعلق باب کا عنوان ''ذکر معاویہؓ'' ہے نہ کہ ''مناقب معاویہؓ''

مضمون نگار نے سادہ لوح مسلمانوں کے قلوب و اذہان کو پراگندہ کرنے کی ایک اور ہلکی بات لکھ دی ہے کہ بخاری شریف میں کئی صحابہؓ کے فضائل کو ''مناقب'' کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے مگر حضرت معاویہؓ کے بارے ''ذکر معاویہؓ'' کا عنوان قائم کیا ہے۔ اس سے مضمون نگار نے یہ دلیل پکڑنے کی لاحاصل کوشش کی ہے سیدنا معاویہؓ کے حق میں کوئی فضیلت والی حدیث نہیں ہے۔ جب کہ ''ذکر'' سے یہاں مراد ذکر خیر ہی ہے جو کہ فضیلت ہے۔ اگر لفظ ذکر سے کسی کے فضائل بیان کرنا عدم فضیلت کا جواز و ثبوت ہے تو بخاری شریف میں سیدنا عباس بن عبدالمطلبؓ، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا حذیفہؓ بن یمان، عبداللہ بن سلامؓ، جبیر بن مطعمؓ کے فضائل کے تذکرہ میں بھی بعینہ سیدنا معاویہؓ کے تذکرہ جیسے الفاظ ''ذکر'' استعمال ہوئے ہیں۔ کیا اس بناء پر یہ کہہ دیا جائے کہ ان صحابہ کرامؓ کے حق میں بھی کوئی حدیث فضیلت ثابت نہیں؟؟؟

اعتراض 9: حضرت معاویہؓ حضرت عمرؓ کے معتمد خاص نہیں تھے

مضمون نگار نے ایک مقام پر لکھا کہ حضرت معاویہؓ حضرت عمرؓ کے معتمد خاص نہیں تھے۔ اور ساتھ ہی ابن کثیر کے حوالہ سے روایت پیش کر دی کہ سیدنا عمرؓ نے ایک دفعہ حضرت معاویہؓ کو درہ سے مارا اور حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ یہ یعنی معاویہؓ عرب کے کسریٰ ہیں۔ ان روایات کا حوالہ دے کر یہ ثابت کرنے کی سعیٔ لاحاصل کی گئی ہے کہ امیر المؤمنین عمرؓ کو سیدنا معاویہؓ پر اعتماد نہ تھا اور آپؓ الزاماً یا بطور طعن سیدنا معاویہؓ کو عرب کا کسریٰ کہا کرتے تھے۔ یہ دونوں تاریخی روایات ہیں اگر ان سے سیدنا معاویہؓ کی عظمت داغ دار ہوتی ہے تو شرعی مسلمہ ضابطہ کے تحت یہ دونوں روایت قابل تسلیم ولائق توجہ نہیں۔ کیوں کہ قرآن وسنت سیدنا معاویہؓ کی عظمت پر دال ہیں۔ مگر اگر غور کیا جائے تو بشرط صحت روایت سیدنا معاویہؓ کو اگر سیدنا عمرؓ نے مارا بھی ہے تو تادیباً مارا۔ اس کا یہ مطلب بیان کرنا کہ آپؓ کو سیدنا معاویہؓ پر اعتماد نہیں تھا

اپنے دل کی طفل تسلی ہے۔سیدنا عمرؓ نے حضرت عیاض بن غنمؓ کو ان کے عہدے سے معزول کر کے بکریاں چروانے پر مامور کردیا۔سیدنا عمرؓ نے سیف من سیوف اللہ کے لقب کے حامل سیدنا خالد بن ولیدؓ کو بھی ان کے عہدے سے معزول کردیا تو کیا اس کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ سیدنا عمرؓ کو ان لوگوں پر اعتماد نہ تھا؟؟ سیدنا عمرؓ تادیباً ایسے امور سرانجام دیا کرتے تھے جو بظاہر ٹھیک نہ محسوس ہوتے تھے مگر درحقیقت شرعاً ایسے تمام امور درست ہوا کرتے تھے۔سیدنا عمرؓ نے کبھی بھی طویل عرصہ کے لیے کسی کو بھی کسی علاقہ کا حاکم/گورنر/عامل نہیں بنایا۔آپؓ کی عادت مبارکہ تھی کہ کچھ کچھ عرصہ بعد ہر علاقہ کے حاکم/عامل کو تبدیل فرما دیا کرتے تھے مگر سیدنا معاویہؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپؓ کم وبیش 5 سال مسلسل شام کے امیر رہے اور سیدنا عمرؓ نے کبھی بھی سیدنا معاویہؓ کو تبدیل نہیں فرمایا۔کیا عاقل کے لیے یہی کافی نہیں کہ وہ اسی سے سمجھ لے کہ سیدنا معاویہؓ واقعی امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کے معتمد خاص تھے۔اور جہاں تک امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ کا سیدنا معاویہؓ کو عرب کا کسریٰ کہنے کا تعلق ہے تو یہ ایک بچکانہ بات ہے کہ اسے طعن سمجھا جائے۔ابن کثیر،ابن اثیر اور حافظ ذہبی وغیرہ نے اپنی تصانیف (البدایہ،الکامل،تاریخ اسلام) میں جہاں سیدنا معاویہؓ کے بارے یہ روایات نقل کی ہیں اگر ان کو سیاق وسباق سے ملا کر اور تعصب سے بالاتر ہو کر پڑھا جائے تو روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ سیدنا عمرؓ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس پر تعجب ہے کہ معاویہؓ جو کہ انتہائی مدبر وعقل مند ہیں وہ تم میں موجود ہیں اور پھر بھی تم قیصر و کسریٰ کی عقل مندی کی باتیں کرتے ہو!

☆......☆......☆

ماہانہ مجلس ذکر واصلاحی بیان

26 ستمبر 2013ء
جمعرات بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961